OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

بولی اور زبان: اردو کے سیاق میں تجزیہ
Dialect and Language: In Perspective of Urdu

Dr. Abdul Sattar Malik

Professor, Department of Urdu, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Abstract

The initial level of language is called dialect, which helps in maintaining and maintaining daily activities, business transactions, and social relations. The majority of people depend on it. Language derives its energy from local dialects. The range of language is wide and dialect is limited. There can be many dialects in a language area, but there cannot be many languages in a dialect area. Language is the queen of expressing every concept and feeling. Language covers educational, administrative, judicial, political and literary aspects. Script is necessary for language. Due to writing, language documents are preserved and the vocabulary is also increasing day by day. Dialect is mainly verbal expression. However, it is not necessary that every dialect is devoid of writing. Normally its written forms appear in private letters and folk literature.

Key Words: Dialect, Language, Difference between dialect and language, Features of dialect

تمہید

زبان اور بولی دو ایسی اصطلاحیں ہیں جن کا آپس میں گہرا رشتہ ہے۔ زبان اپنے بنیادی فعل میں بولنے کا آلہ اور ذریعہ ہے اور یہی تعریف بولی کی ہے۔ اس طرح لسانیات کی نظر میں بولی اور زبان ہیں کوئی تفریق نہیں۔ بولی اور زبان دونوں سماجی شے ہیں اور

CC BY

سماجی ضرورتیں ہی اس کی تشکیل کرتی ہیں۔ زبان اور بولی دونوں کا تعلق کسی نہ کسی لسانی گروہ سے ہوتا ہے۔ دونوں ہی ایک مخصوص تہذیب و ثقافت کی عکاس ہوتی ہیں۔ تاہم عملی اعتبار سے بولی اور زبان میں نمایاں فرق ہے۔ بولی زبان کی ابتدائی سطح ہے، جو روزمرہ زندگی کے معاملات، کاروبار، اور معاشرتی میں معاون ہوتی ہے۔ عوامی اکثریت اسی پر انحصار کرتی ہے۔ زبان مقامی بولیوں سے ہی توانائی حاصل کرتی ہے۔ بولی سے مراد زبان کی مخصوص صورت جو کسی مخصوص علاقے یا جغرافیائی حدود میں بولی جاتی ہو؛ جو معیاری اور ادبی زبان سے تلفظ، قواعدی ساخت اور روزمرہ کے اعتبار سے اتنی مختلف ہو کہ اسے ایک منفرد وحدت قرار دیا جاسکے۔ کہیں کسی بولی میں تلفظ کا اختلاف پایا جاتا ہے تو کہیں لفظیات کا۔ تغیرات زمانہ سے بعض بولیاں، زبانوں کی شکل اختیار کرلیتی ہیں اور کبھی زبانیں بولی تک محدود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ معاشرتی زندگی میں بولی کا دائرہ اختیار عموماً روزمرہ تکلم و گفتگو تک محدود ہوتا ہے، جبکہ زبان کا دائرہ اثر زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے۔ زبان اجتماعی شناخت کی جبکہ بولی انفرادی شناخت کی نمائندہ ہے؛ جیسے بچوں کی بولی، مزدوروں کی بولی وغیرہ۔ زبان کے واضح اصول وضوابط ہوتے ہیں، جبکہ بولی کا مقصدِ اولیٰ ترسیل ہے۔ زبان کی طرح معیار اور نفاست کے بجائے بولی میں قدرے کچا پن ہوتا ہے۔ زبان کے برعکس قومی اور عالمی کے بجائے بولی میں مقامی رنگ رس اور مٹی کی خوشبو شامل ہوتی ہے۔

ایک زبان کے علاقے میں کئی بولیاں ہوسکتی ہیں لیکن ایک بولی والے علاقے میں کئی زبانیں نہیں ہوسکتیں۔ زبان میں ہر تصور و احساس کے اظہار کا ملکہ ہوتا ہے اور اس سے ادبی تخلیق کا کام لیا جاتا ہے۔ بولی ایک غیر معیاری مقامی زبان ہوتی ہے جو کسی خطے کے عوام میں رائج ہو جاتی ہے۔ اس کا کوئی ضابطہ، تنظیم اور قواعد نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کی کوئی ادبی حیثیت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک ہی خطے یا لسانی علاقے کے باسیوں کی بولی میں فرق ہوتا ہے۔ بولی کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے۔ "بولی کسی زبان کی وہ ذیلی شاخ ہے جس کے بولنے والوں کو کسی لسانی اختلاف کا احساس نہیں ہوتا۔"[1] مثال کے طور پر اردو کی دکنی بولی اور کھڑی بولی بولنے والوں کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ لیکن یہ لوگ ایک دوسرے کی بات چیت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کیونکہ یہ دونوں بولیاں ایک ہی زبان اردو کا تنوع ہیں۔ ہر زبان کئی بولیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ بولی کے استعمال کی بنیاد پر اس کے کچھ خصائص ہوتے ہیں جو اسے دوسری بولیوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہی خطے کے بولنے والوں کی بولی میں فرق ہوتا ہے۔ زبان کا علاقہ جس قدر وسیع ہو گا وہاں اسی قدر زیادہ بولیاں ہوں گی۔ ثانیاً اگر وہاں کے رہنے والوں کا آپس میں میل جول کم ہو گا تو اس بات کا امکان ہے کہ وہاں بولیوں کی تعداد زیادہ ہو۔ غیر متمدن علاقوں میں چونکہ نقل مکانی کا رجحان کم ہوتا ہے، اس لیے ان علاقوں کی زبانوں میں بولیوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ بڑی زبانوں کی بولیاں خاصے بڑے علاقے پر پھیلی ہوتی ہیں۔ جغرافیائی وسعت کی وجہ سے یہ ذیلی بولیوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ مشہور ہے کہ "ہر بارہ کوس (۲۱ میل) کے بعد پانی اور بانی (وانی: آواز یعنی بولی اور لہجہ) بدل جاتی ہے"[2] لیکن زبان میں اس معمولی فرق کی بنا پر کسی بولی کو الگ زبان قرار دینا درست نہیں۔ بقول کمال احمد صدیقی: ایک قاعدہ کلیہ ہے: "اگر دو شخص گفتگو کریں، اور کسی ترجمان کے بغیر ایک دوسرے کی بات سمجھیں تو دونوں ایک ہی زبان بولتے ہیں"۔[3] اس کی آسان مثال پنجاب کے سیاسی / مذہبی اجتماعات اور دیگر عوامی مراکز پر افراد کی پنجابی کی مختلف بولیوں میں گفتگو ہے؛ جس میں سامع قائل کا مفہوم سمجھ رہا ہوتا ہے۔ بعض اوقات لہجے (Accent) کو بولی کے مترادف سمجھا جاتا ہے، حالانکہ لہجہ بولی سے مختلف چیز ہے۔ لہجہ، بول چال وہ طریق ہے جو کسی فرد، بستی، شہر، علاقہ، صوبہ یا ملک کے ساتھ

خصوصیت سے منسوب ہو۔ لہجے میں کسی صوتی رکن پر خصوصیت سے زور ہوتا ہے۔ ایک ہی زبان کے متعدد لہجے ہو سکتے ہیں۔ وقت اور فاصلہ بھی لہجے میں تبدیلی کا باعث ہے۔ہمسایہ زبانوں کے زیر اثر بھی نیا لہجہ وجود پذیر ہو سکتا ہے۔ آواز کا اتار چڑھاؤ، تلفظ کی ادائیگی، حروف علت اور حروف صحیح اور تاکید (stress) کا استعمال، قواعد، معنیات، ذخیرہ الفاظ وغیرہ لہجے کی تشکیل کرتے ہیں۔ ''لہجہ دراصل تکلم کی وہ شکل ہے، جو صوتیاتی طور پر اس زبان کی باقی شکلوں سے مختلف ہے''[4]۔ مثال کے طور پر ٹیلی ویژن پر خبروں کے دوران مختلف خطوں کے رپورٹر جس انداز میں اردو بولتے ہیں، وہ ان کا مخصوص لہجہ ہے جو ان کی مادری زبان کے زیرِ اثر ہوتا ہے۔ ایک لہجہ سماج میں اہمیت حاصل کر لیتا ہے اور اعلیٰ و معیاری مانا جاتا ہے۔ یہ لہجہ اشرافیہ اور اہلِ علم سے متعلق ہوتا ہے۔ وقت کے ساتھ لہجہ تبدیل بھی ہو جاتا ہے۔ زبان اکتسابی ہوتی ہے اور کسی ایک زبان کا جاننے والا شخص دوسری زبان سیکھ سکتا ہے۔ زبانیں خود رو ہوتی ہیں، مصنوعی طور پر ان کی تخلیق نہیں کی جا سکتی۔ اسپرانتو اس کی مثال ہے، جسے باوجود عالمی کوششوں کے رائج نہیں کیا جا سکا۔ زبان میں تبدیلی کا عمل ہر وقت جاری رہتا ہے۔ زبان میں جمود اس کی موت کا باعث ہے، مثلاً قواعد و لغت کی جکڑ بندیوں کی بنا پر سنسکرت کی نشو و نما رک گئی اور وہ مردہ ہو گئی۔

بولی زبان کی ایک ایسی فطری ساخت کا نام ہے جو کئی جغرافیائی اور معاشرتی، سیاسی اور تاریخی اثرات کے سبب وجود پذیر ہوتی ہے۔ بولیوں کا تصور ہر زبان میں ناگزیر ہے۔ "دنیا کی کوئی زبان چاہے وہ کتنے ہی مختصر علاقے میں کیوں نہ بولی جاتی ہو، بولیوں کے اختلاف سے خالی نہیں ہے"۔[5] بولی سے زبان بننے کے عمل میں متعدد عوامل کارفرما ہیں۔ بھی سیاسی اقتدار والے علاقوں کی بولیاں اہمیت پا کر زبان بن جاتی ہیں۔ کبھی مذہبی مقامات کی بولیاں اپنی مذہبی برتری کے سبب زبان کا مقام پا لیتی ہیں۔ ادبی تخلیق بھی بولی کی اہمیت کا باعث ہے۔ جس بولی کو سماج کا صاحب اقتدار اور تعلیم یافتہ طبقہ اپنا لیتا ہے، وہ زبان کے رتبے پر فائز ہو جاتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ دیگر ہمسایہ ہم عصر بولیاں اس کی ذیلی بولیوں کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ جس طرح کھڑی بولی کے اردو / ہندی صورت میں ارتقا پذیر ہونے کے بعد اودھی، برج، ہریانی، وغیرہ اس کی بولیاں کہلاتی ہیں۔ بعض اوقات ایک زبان کچھ عوامل کے سبب اپنے مقام سے گر کر بولی کا روپ دھار لیتی ہے یا گردشِ دوراں کے ساتھ بتدریج کئی ذیلی زبانوں اور بولیوں میں تقسیم ہو جاتی ہے؛ جیسے سنسکرت سے پراکرتوں اور پراکرتوں کا زبان بننے کے بعد ان سے اپ بھرنش بولیوں کا وجود پذیر ہونا۔

بولی کی دو بڑی قسمیں ہیں۔

الف۔ علاقائی تحتی بولی:(Regional Dialect)

جب کوئی زبان تھوڑے فرق کے ساتھ کسی خاص علاقے یا جغرافیائی مقام پر بولی جائے تو اس زبان کی علاقائی تحتی بولی کہلاتی ہے۔ مثال کے طور پر پنجابی کی مختلف بولیاں ہیں۔ لاہور کے گرد و نواح میں بولی جانے والی پنجابی "ماجھی" ہے۔ اسی طرح پوٹھوہاری اور ہندکو وغیرہ پنجابی کی دیگر علاقائی بولیاں ہیں۔

ب۔ سماجی بولی:(Social Dialect)

گروہ بولی یا سماجی بولی، بولی کا ایسا تنوع ہے جو ایک مخصوص سماجی طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا ایک گروہ بولتا ہے۔ جیسے لندن میں اعلیٰ متوسط اور نچلے طبقے میں بولی جانے والی انگریزی۔ یعنی سماجی بولی جغرافیے کے بجائے سماجی عنصر سے متاثر ہوتی

ہے۔ سماج کا طبقاتی فرق زبان میں کئی تبدیلیاں لاتا ہے۔ جس طرح علاقائی بولی اپنے بولنے والے کے علاقے کا پتہ دیتی ہے، اس طرح سماجی بولی اپنے بولنے والے کی سماجی حیثیت کی غماز ہوتی ہے۔یعنی اس کی معاشی حالت کیا ہے ؟اس کا پیشہ کیا ہے ؟اس کا تعلیمی پس منظر کیا ہے ؟اردو میں اس کی مثال کرخنداری بولی ہے، جو دہلی کے کارخانوں کے مزدوروں اور دست کاروں کی بولی ہے۔ گروہ بولی اکثر معاشرے کے اندر سماجی تقسیم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں نسلی امتیازات، طبقاتی فرق، پیشوں کے علاوہ دوسری سماجی نوعیتیں جیسے امیر غریب، مذہبی طبقہ، جنس، عمر، تعلیم مزدوروں کی بولی، اعلیٰ تعلیم یافتہ، کم تعلیم یافتہ اور ناخواندہ لوگوں کی زبان وغیرہ شامل ہیں۔ بولی کے وجود میں آنے کے متعدد اسباب ہیں۔ بولی سے مراد زبان کی اصل شکل میں تبدیلی ہے۔ کسی بولی کے جنم لینے میں مختلف عوامل کارفرما ہوتے ہیں،۔ جو سماجی بھی ہو سکتے ہیں اور علاقائی بھی۔ دراصل جب کسی بولی کو لسانی کہا جاتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بولی کسی زبان کے خصوصاً لسانی دبائو کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی بولی کے وجود میں آنے میں سماجی محرکات زیادہ اہم ہیں تو وہ سماجی بولی کہلائے گی۔

۱۔ اگر زبان اپنے مرکز سے کہیں دور بولی جارہی ہے تو وہ اپنے طور پر ارتقائی مراحل طے کرے گی۔ مرکزی معیار سے رشتہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے رفتہ رفتہ زبان کا ایک علاقائی روپ ابھرے گا، جسے ہم علاقائی بولی کہہ سکتے ہیں۔ اگر زبان ایک سے زیادہ لسانی ماحول میں بولی جارہی ہے تو قدرتی طور پر اس پر دوسری زبانوں کے اثرات مرتب ہوں گے۔ یہ لسانی تغیرات زبان کی جس شکل کو پیش کریں گے اسے لسانی بولی سے تعبیر کیا جائے گا۔

۲۔ دوسری وجہ طبعیاتی جغرافیہ ہے جو پہاڑ، ندیاں، سمندر اور فاصلے کے علاوہ قدرتی سرحدوں سے عبارت ہے۔ یہ چیزیں کسی زبان کے اپنے مرکز سے منقطع ہونے کا سبب بن جاتی ہیں اور اس طرح زبان کی لسانی ساخت میں تبدیلیاں آنے لگتی ہیں۔

۳۔ بولی کے وجود میں آنے کا سبب ایک سبب سیاسی بھی ہے۔ مثلاً دارالحکومت کی زبان اپنے مخصوص سیاسی اثرات کے زیر اثر دیگر خطوں سے منفرد ہو جاتی ہے۔

۴۔ بعض پیشوں کی خاص اصطلاحات اور ذخیرۂ الفاظ کی بنا پر بھی ایک بولی معرضِ وجود میں آتی ہے۔ مثلاً خواجہ سراؤں کی زبان۔

بولیوں کے زوال یا ختم ہونے کے بھی متعدد اسباب ہیں۔

۱۔ سیاسی تبدیلی کی وجہ سے کسی زبان کی اہمیت کم ہو جاتی ہے اور وہ محض بولی ہو کر رہ جاتی ہے۔ شاہ جہان کے عہد میں جب آگرہ دارالحکومت تھا تو برج معیاری زبان تھی لیکن جب شاہ جہان نے دارالسلطنت دہلی منتقل کر دیا تو کھڑی بولی معیاری زبان ہو گئی اور برج محض بولی ہو کر رہ گئی۔

۲۔ لغت اور قواعد کے زیادہ احترام سے بھی زبانیں مر جاتی ہیں جیسے سنسکرت۔

۳۔ بولنے والوں کی آبادی کم ہو جانے کی وجہ سے جیسے جنوبی ہند میں ٹوڈا تقریباً ختم ہو چکے۔ پاکستان کے شمالی علاقوں میں کئی زبانوں کے بولنے والے بہت کم رہ گئے ہیں، جن کے ختم ہونے کے بعد ان کی زبان بھی مر جائے گی۔ امریکہ میں ریڈ انڈین کم ہوتے جارہے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی بہت سی زبانیں نابود ہونے کے خطرے سے دوچار ہیں۔

۴۔سیاسی اور تہذیبی برتری کی حامل زبان کے زیرِ اثر لوگ آہستہ آہستہ اپنی زبان ترک کر دیتے ہیں۔مثلاً امریکہ کے حبشیوں اور آئر لینڈ والوں نے اپنی زبانیں چھوڑ کر انگریزی اختیار کر لی۔اسی طرح گلگت بلتستان میں بھی لوگ اپنی زبانیں چھوڑ کر ریاست کی بڑی زبانیں اپنا رہے ہیں۔

اردو ہندو پاک کی ایک بڑی زبان

اردو ہندو پاک کی ایک بڑی اور رابطہ زبان ہے۔علاقائی، لسانی اور سماجی عوامل کے زیرِ اثر اردو کی متعدد بولیاں معرضِ وجود میں آئیں۔ان بولیوں کو مجموعی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔یعنی لسانی بولیاں، سماجی بولیاں اور علاقائی بولیاں۔ اردو زبان کی بولیوں کے موضوع پر سب سے پہلے انشا نے اپنی کتاب "دریائے لطافت" میں چند بلیغ اشارے کیے اور اردو کی سماجی، لسانی اور علاقائی بولیوں کی نشان دہی کی[6]۔تاہم بعد میں محققین کی خاص توجہ دکنی اردو پر رہی۔دکنی اردو کی لسانیات کے مطالعے میں محی الدین قادری زور اور عبد القادر سروری وغیرہ نے کھل کر بحث کی۔"ہندوستانی لسانیات" کے علاوہ زور کے مختلف مضامین اور سروری کے ایک طویل مضمون میں دکنی بولی کے صوتی اور حرفی پہلوؤں کی سائنسی توجیہ پیش کی گئی ہے۔ بھارت میں اس سلسلے میں عبد الغفار شکیل (دکنی اردو کی ابتدا اور ارتقا ایک مختصر خاکہ، زبان و مسائل زبان) فہمیدہ بیگم (میسوری اور اردو' نے 'اور کرناٹک میں اردو کے مسائل، شعور زبان) غلام عمر خاں (دکنی کے بعض لسانی رجحانات) اور بدیع حسینی (آہنگ شعر اور دکھنی تلفظ، اردو لسانیات، شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی) کے علاوہ ابو لفیض سحر، امیر عارفی اور حنیف نقوی وغیرہ کے نام بھی قابل ذکر ہیں، جنھوں نے دکنی کے مختلف لسانی پہلوؤں پر اظہار خیال کیا ہے۔ترقی اردو بیورو، نے اپنے ششماہی رسالے فکر و تحقیق کا تدریس دکنی ادب نمبر نکالا جو دکنی زبان و ادب کی تعلیم و تدریس اور تحقیق میں زبردست اضافہ ہے۔پاکستان میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی "قدیم اردو لغت" قدیم دکنی اردو کا شاندار مطالعہ ہے[7]۔

دہلی شہر کی بولی

دہلی شہر کی سماجی بولی "کرخنداری اردو" پر پہلی لسانیاتی تحقیق گوپی چند نارنگ کی ہے۔[8]جنھوں نے انگریزی کتابچے میں اس بولی کے صوتی، حرفی اور لفظی پہلوئوں کے ساتھ کرخنداری اور قدیم اردو میں پائے جانے والی مماثلتوں پر ہی اظہار خیال کیا ہے ۔ڈاکٹر نصیر احمد خاں کی تصنیف "اردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی لسانیاتی مطالعہ (۱۹۷۹ء)" میں بھی اردو کی اس سماجی بولی کے مختلف لسانی پہلوئوں پر عمرانی لسانیاتی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے[9]۔لغات میں نجیب اشرف کی لغاتِ گجری اور دکنی لغات اہم ہیں۔سید احمد دہلوی کی "لغات النسا" ایک طبقاتی بولی کی لغت ہے[10]۔مولوی عبد الحق نے بھی چند مضامین لکھے جیسے عورتوں کی زبان وغیرہ[11]۔وحیدہ نسیم کی تصنیف "عورت اور زبان"[12] اور لغات النسا[13]، دہلی کی عورتوں کے محاورات، سید ضمیر حسن کی تصانیف "دہلی کے محاورے"[14] اور "دہلوی اردو"۔

اردو میں پیشہ وروں کی اصطلاحات اور زبان کا مطالعہ بھی محققین کی دلچسپی کا موضوع رہا۔۱۸۳۴ء میں مرزا محمد علی اکبر الہ آبادی کی کتاب مصطلحاتِ ٹھگی شائع ہوئی[15]۔رچرڈ سی ٹیمپل نے پیر ماشی کے نقاشوں اور مصوروں کی تجارتی اصطلاحات پر ایک مقالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ، جلد ۵۳ (ص ۱۔۲۴) اور دہلی کے دلالوں کی اصطلاحات پر مقالہ بعنوان "The Indian Antiquary" جون ۱۸۸۵ء میں تحریر کیا۔ سید احمد دہلوی نے بھی پیشہ وروں کی اصطلاحات، ذخیرۂ الفاظ اور

محاورات پر کتاب "تکمیل الکلام" لکھی۔ ۱۸۵۹ء میں ریورٹی (مستشرق) نے اس اردو ذخیرے کے پانچ ہزار الفاظ اپنے تکنیکی انگریزی اردو لغت "Thesaurus of Technical Terms" میں ہرٹ فورڈ سے شائع کر دیے۔ محمد نجم الدین کی تصنیف "نجم الامثال" (دہلی، ۱۸۸۲ء) کی جلد دوم میں پیشہ وروں کی اصطلاحات اور اوزاروں کے نام ملتے ہیں۔ رسالہ امریکن اورینٹل سوسائٹی (ستمبر ۱۹۲۸ء) میں اے کے کمار سوامی نے "اصطلاحاتِ معماری" شائع کی۔ ۱۹۲۹۔ ۱۹۳۰ء میں محمد منیر لکھنوی نے "بازاری زباں اور اصطلاحاتِ پیشہ وراں" (مطبع مجید کانپور) شائع کی۔ مولوی عبدالحق نے اردو کی پیشہ ورانہ اصطلاحات کو جمع کرنے کا کام شروع کیا، لیکن دیگر مصروفیات کے سبب وہ یہ کام مکمل نہ کر پائے اور اسے مولوی ظفر الرحمان دہلوی کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے ان تمام اصطلاحات کو آٹھ جلدوں میں مرتب کیا۔ انجمن ترقیٔ اردو ہند دہلی نے پہلی جلد ۱۹۳۹ء، دوسری تیسری ۱۹۴۰ء، چوتھی پانچویں ۱۹۴۱ء، چھٹی ۱۹۴۲ء، ساتویں ۱۹۴۳ء اور آٹھویں ۱۹۴۳ء میں شائع کی۔ بارِ دگر انجمن ترقیٔ اردو کراچی نے پہلی جلد ۱۹۷۵ء، دوسری ۱۹۷۶ء، تیسری ۱۹۷۷ء، چوتھی ۱۹۷۸ء، پانچویں ۱۹۷۹ء میں شائع کی۔ باقی تین جلدیں دوبارہ شائع نہ ہو سکیں۔ ان جلدوں کی فہرستیں دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی ظفر الرحمان دہلوی نے اس ذخیرے کو مرتب کرنے میں کس قدر عرق ریزی اور مشقت کی ہے۔

قواعد میں "دکنی اردو قواعد کا تجزیاتی مطالعہ" از مہر النسا (عثمانیہ یونیورسٹی) اور "اردو اور برج قواعد کا تقابلی مطالعہ" از رشید حسن خاں اہم ہیں۔ پاکستان میں پنجابی، ملتانی، سندھی، بلوچی، براہوی، پشتو، کشمیری اور پہاڑی وغیرہ کے اردو کے ساتھ روابط پر کام ہوا ہے، تاہم خصوصیت سے پاکستانی تناظر میں اردو کی بولیوں پر تحقیقی کام نہیں ہوا۔ صرف ڈاکٹر عطش درانی کی تصنیف "پاکستانی اردو" میں اس ضمن میں اشارے ملتے ہیں[16]۔ برِصغیر کے تناظر میں سر جاج گریرسن کا ہندوستان کا لسانیاتی سروے (Linguistic Survey of India) ایک اہم دستاویز ہے۔ گریرسن نے پٹواریوں اور کلکٹروں کے ذریعے معلومات جمع کیں لیکن ان کی ترتیب وتدوین خود کی۔[17]

لسانی نقشے

جہاں تک لسانی نقشوں کا تعلق ہے۔ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اردو کی مختلف علاقائی تحتی بولیوں (مثلاً کھڑی بولی، بندیلی، برج بھاشا) اور ہندوستان کی دوسری زبانوں کا لسانی نقشہ اپنی کتاب میں دیا ہے۔[18] اظہر علی فاروقی نے خاصی تفصیل سے الگ الگ نقشے بنا کر اردو کی علاقائی تحتی بولیوں کی لسانی حد بندی کی ہے۔[19] ڈاکٹر غلام حیدر سندھی نے بعض پاکستانی زبانوں کے لسانی نقشے دیے ہیں۔[20] ڈاکٹر عزیز انصاری نے "اردو اور راجستھانی بولیاں" کے عنوان سے پی ایچ۔ڈی (جامعہ سندھ، جام شورو) کا مقالہ لکھا۔ اردو کی علاقائی تحتی بولیوں نیز دیگر پاکستانی زبانوں کے لسانی نقشے پر تفصیلی کام کی ضرورت ہے۔

خلاصۂ بحث

زبان اور بولی کے درمیان گہرے تعلق اور فرق کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ان دونوں اصطلاحات کو سماجی اور لسانی پہلوؤں سے دیکھیں۔ زبان اپنے بنیادی فعل میں ایک آلہ اور ذریعہ ہے جس کے ذریعے انسان اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے، اور یہی تعریف بولی کی بھی کی جاتی ہے۔ تاہم، بولی زبان کی ابتدائی اور مخصوص صورت ہوتی ہے، جو کسی خاص علاقے یا گروہ کے لوگوں میں استعمال ہوتی ہے اور اکثر روزمرہ کے معاملات میں مددگار ہوتی ہے۔ زبان، اپنے وسیع استعمال کی بنا پر، علمی اور

ادبی شعبوں میں بھی جگہ پاتی ہے جبکہ بولی عام طور پر ایک مخصوص علاقے یا سماجی طبقے تک محدود رہتی ہے۔ زبان کی واضح اصول اور قواعد ہوتے ہیں، جو اسے معیاری اور نفیس بناتے ہیں، جبکہ بولی کا مقصد زیادہ تر روزمرہ کی بات چیت اور تکلم ہوتا ہے، جس میں قواعد کی سختی نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر اردو کی دکنی اور کھڑی بولیاں مختلف ہیں، لیکن یہ دونوں اردو زبان کے تنوعات ہیں اور ان کے بولنے والے ایک دوسرے کو باآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بولیاں ایک زبان کے اندر مختلف ہوتی ہیں، اور ایک زبان کے علاقے میں کئی بولیاں پائی جا سکتی ہیں، جیسے کہ پنجابی زبان کی ماجھی، پوٹھوہاری، اور ہندکو بولیاں۔ بولی کے وجود میں آنے کے کئی عوامل ہوتے ہیں، جیسے کہ جغرافیائی، سماجی، اور سیاسی اثرات۔ سماجی بولیاں خاص طور پر طبقاتی فرق، پیشے، اور تعلیم کی بنا پر مختلف ہوتی ہیں، جبکہ علاقائی بولیاں کسی خاص علاقے میں جغرافیائی اور قدرتی عوامل کے تحت تشکیل پاتی ہیں۔ بولیوں کا زوال بھی مختلف اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسے سیاسی تبدیلیاں، لغت اور قواعد کی سختی، یا بولنے والوں کی آبادی میں کمی۔ بڑی زبانوں کے زیر اثر چھوٹی بولیاں اکثر ختم ہو جاتی ہیں، جیسا کہ برج بولی کا زوال کھڑی بولی کے عروج کے بعد ہوا۔ یہ تمام پہلو زبان اور بولی کے پیچیدہ اور مسلسل بدلتے رشتے کو ظاہر کرتے ہیں، جو معاشرتی، ثقافتی، اور تاریخی عوامل کے تحت ارتقاء پذیر ہوتا رہتا ہے۔

حوالاجات

[1] بحوالہ پروفیسر گیان چند، عام لسانیات (لاہور: بک ٹاک، میاں چیمبرز، 3 ٹمپل روڈ، ۲۰۱۸ء) ص ۶۴۔

[2] گیان چند، پروفیسر، عام لسانیات، ص ۵۷۲۔

[3] کمال احمد صدیقی، مقدمہ ایک بھاشا: دو لکھاوٹ، دو ادب، مصنفہ گیان چند جین (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء) ص ۵۔

[4] P.H.Matthews, Oxford Concise Dictionary of Linguistics (New York: Oxford University Press, 1997).

[5] احتشام حسین، سید (مترجم) ہندوستانی لسانیات کا خاکہ (لکھنؤ: دانش محل، امین الدولہ) ص ۱۲۰۔

[6] انشا، سید انشا اللہ خاں، دریائے لطافت، مترجم، پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۳۵ء)۔

[7] جمیل جالبی، ڈاکٹر، قدیم اردو کی لغت (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۳ء)۔

[8] Gopi Chand Narang, Karkhandari Dialect of Delhi Urdu (Delhi: Munshi Ram Man Lal, Oriental Booksellers Publishers, 1961).

[9] نصیر احمد خاں، ڈاکٹر "اردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی لسانیاتی مطالعہ (نئی دہلی: ادارہ تصنیف ۷/ ڈی ماڈل ٹاؤن، ۱۹۷۹ء)۔

[10] سید احمد دہلوی، لغات النسا (دہلی: دفتر فرہنگِ آصفیہ، ۱۹۱۷ء)۔

[11] مولوی عبدالحق، عورتوں کی زبان مشمولہ اردو میں لسانیاتی تحقیق مصنفہ ڈاکٹر عبدالستار دلوی (بمبئی: کوکل اینڈ کمپنی، ۱۹۷۱ء) ص ۱۲۳۔۱۳۴۔

[12] وحیدہ نسیم، عورت اور اردو زبان (کراچی: غضنفر اکیڈمی پاکستان، ۱۹۷۹ء)۔

[13] وحیدہ نسیم، لغات النسا (نئی دہلی: وجے پبلشرز، ۱۹۸۷ء)۔

[14] سید ضمیر حسن، دہلی کے محاورے (دہلی: انجمن ترقیٔ اردو ہند، ۲۰۰۸ء)۔

[15] مرزا محمد علی اکبر الہ آبادی، مصطلاحاتِ ٹھگی (کلکتہ: لیتھو گرافک چھاپہ خانہ، ۱۸۳۴ء)۔

[16] عطش درانی، ڈاکٹر، پاکستانی اردو (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء)۔

[17] Grierson G A: Linguistics Survey of India, Motilal Banarsidas: Delhi, (1916).

[18] محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات (لکھنو: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۰ء) ص ۱۶۔

[19] دیکھیے: اظہر علی فاروقی، اتر پردیش کے لوک گیت (دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ قومی زبان، ۱۹۹۸ء)۔

[20] دیکھیے: غلام حیدر سندھی، ڈاکٹر، پاکستان کا لسانی جغرافیہ (اسلام آباد: نیشنل انسٹیٹیوٹ آف پاکستان سٹڈیز، ۲۰۰۵ء)۔